Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

نیلی بار: پاکستانی سیاسی نظام، پروپیگنڈا اور عوام کی گمراہیوں کا خاکہ

The Neli Bar: Deciphering the Complexities of Pakistan's Political Landscape, Propaganda and Public Delusion

ڈاکٹر محمد سہیل اقبال

ڈاکٹر محمد راشد اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر (اُردو) گورنمنٹ اسلامیہ گریجویٹ کالج، قصور

ڈاکٹر محمد زاہد اقبال

(لیکچرر سیاسیات) گورنمنٹ اسلامیہ گریجویٹ کالج، قصور

Dr. Muhammad Sohail Iqbal
Dr. Muhammad Rashid Iqbal
Assistant Professor(Urdu) Govt. Islamia Graduate College, Kasur
Dr. Muhammad Zahid Iqbal
Lecturer Political Science, Govt. Islamia Graduate College, Kasur

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2024 by the authors. This is an article open access distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The storyline of Tahira Iqbal's novel; *Neli Bar* examines various facets of politics, state affairs, jihad, warfare, societal dynamics, and the democratic inclinations of the Pakistani populace. The Storyline of the novel 'neli bar' is developed with the help of characters. However, it also carries a touching message emphasizing that the USA cannot be solely blamed for every political unrest and commotion. Instead, individuals must be held answerable for their actions and shortcomings. It underscores the necessity for Pakistani citizens to acknowledge their weaknesses and chart a proactive course for the betterment of future generations. Ignoring these realities results in a detachment from genuine political circumstances. The narrative highlights a customary predisposition in Muslim nations to attribute their developmental setbacks to America, particularly citing involvement in conflicts and warfare. Such themes are intricately woven into the storyline of *Neli Bar*, which serves as a reflective lens on Pakistan's political history. By scrutinizing events through this lens, one gains profound insights into the nation's political trajectory and its repercussions. The novel acts as a mirror reflecting the curiosity and introspection of Pakistani society, aiming to bridge the gap between past occurrences and

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

contemporary political landscapes, thereby challenging readers to engage with a judicious intellect.
Keywords: Tahira Iqbal, Neeli Bar, Plot, Public, America, 9/11, Media, War, Jihad, Events

طاہرہ اقبال کا ناول نیلی بار کا پلاٹ بھی مستنصر حسین تارڑ کے ناول خس و خاشاک زمانے کے پلاٹ جیسی مماثلت پر مشتمل ہے۔ نیلی بار پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد کی سیاسی سماجی تاریخ ہے جس میں بہت سے واقعات کی عکاسی کی گئی ہے۔ ناول کی کہانی بار کے رنگ، موسم اور لوگوں سے شروع ہوتی ہے۔ یہ بار رجتے، فضل بی بی، مقبولاں، برکت بی بی، مہاجر عورتیں، ملک فتح شیر، ذیلدار، صفورہ، عبدالرحمن، ست بھرائی ، زہرہ، سائرہ، فوجی نصیر، بابا کرملی اور منشی مستان جیسے کرداروں سے آباد ہے۔ ناول میں کرداروں کی مدد سے پلاٹ تخلیق کیا گیا ہے۔ "نیلی بار" کا پلاٹ میں واقعات کا تعلق کرداروں سے ہے۔ یعنی پہلے کردار تخلیق کیے ہیں پھر ان کے حصے میں واقعات سلیقے سے تیار کیے گئے ہیں۔ ایسا پلاٹ ہی قابل تعریف ہوتا ہے:

> ایک ہنر مند فنکار کہانی کو تعمیر کرتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کو واقعات پر منطبق کرنے کے بجائے سلیقے سے سمجھتا ہے، اور ایک منفرد یا واحد تاثر اجاگر کرتا ہے اور پھر واقعات ایجاد کرتا ہے۔ پھر وہ ان واقعات میں بہترین اضافوں کے ساتھ ایک مطلوب اثر حاصل کر پاتا ہے۔(1)

نیلی بار کا پلاٹ وسیع اور آفاقی نوعیت کا ہے۔ قارئین کی توجہ ناول کے پلاٹ کے ہی سبب ہے۔ عام عوام کا کس طرح استحصال کیا جاتا ہے اس کے لئے کونسے پیمانے استعمال ہوتے ہیں اور اس کی تاریخ کتنی پرانی ہے، اس سب کی بنیاد پر ناول کا پلاٹ بنا گیا ہے۔ اس ناول کے پلاٹ کی اہمیت کو اس تعریف پر پرکھا جاسکتا ہے:

> The term "plot" stands outside these dangers. It is a definite term, it is a literary term, and it is universally applicable. It can be used in the widest popular sense. It designates for everyone, not merely for the critic, the chain of events in a story and the principle which knits it together.(2)

بار کے اس رنگ میں دس اُونٹوں کی برات اور اس دوران آنے والے واقعات کی تاریخ کی گواہی ہے۔ تاریخ کے واقعات عجب پلٹا کھاتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد اشرافیہ اس ملک پر ایسے وارد ہوئے جیسے کبھی آریا یا مغل حکمران ہندوستان پر حملہ آور ہوتے تھے اور یہاں کی شریف عوام کی ناک میں نکیل ڈال کر ہمیشہ کے لئے ان کو غلام بنالیا۔ امراء کے بچے آج امریکہ اور برطانیہ میں تعلیمی مدارج طے کرتے ہیں ان کا لائف سٹائل اپناتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں۔ جب کہ یہاں کی عوام آج بھی اچھی تعلیم سے محروم ہے، اچھے مضامین پڑھنے سے کوسوں دور ہے،

انگریزی بولنے سے قاصر ہے۔ ان اشرافیہ اور جاگیرداروں کے بچوں کو کھلانا، ان کی غلاظتیں دھونا اور اس کے بدلے میں اچھے خاصے ٹھڈے کھانے والوں کو کیا پتا کہ اب یہ ایک آزاد ملک کے آزاد شہری ہیں۔ نیلی بار کا پلاٹ ان حقائق سے بھی مزین ہے:

> نیلی بار دراصل مختلف کرداروں کے توسط سے جاگیردارانہ نظام کے کئی کریہہ پہلوؤں سے نقاب اتارنے کی سعی کرتا ہے۔[3]

واقعات کا دوسرا تسلسل نیلی بار میں سیاسی ہلچل اور کشمکش ہے جس میں فوجی نصیر نیلی بار کے لوگوں کو ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت اور کرشماتی شخصیت کے اسرار بتا رہا ہے کہ یہ نام اپنے سینوں میں ہمیشہ کے لیے پیوست کر لو۔ اس نام کو چاروں اطراف یوں پھیلا دو جیسے شرنہہ اور دھریک کے پھولوں کی مہک پیت بیساکھ میں پھیل جاتی ہے۔ "نیلی بار" کے لوگوں نے اس نام کا ایسا وِرد شروع کر دیا جیسے کوئی اہم وظیفہ پڑھ رہے ہوں۔ گاؤں کے لوگوں کو مستحکم یقین ہو گیا تھا کہ یہ نئے صاحب (بھٹو) ہر غریب کو اپنا گھر دے گا۔ نیلی بار کے لوگ یہ بھول گئے تھے کہ فوجی نصیر نے اُس وقت بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں جب صدر ایوب نے فاطمہ جناح کو تاریخی دھاندلی سے ہرا کر تخت پر قابض ہو گیا تھا۔ اس قسم کے کج فہم لوگوں کے سیاسی تصورات کی عکاسی محمد ہاشم قدوائی نے کی ہے:

> اپنے زمانے کے مروجہ تصورات و عقائد سے بلا دلیل وابستگی دراصل بت پرستی ہے۔ جو لوگ بھی عقل و فکر اور فہم و فراست سے کام نہیں لیتے وہ جمود کا شکار ہو جاتے ہیں۔[4]

اس کے بعد کے واقعات میں پاکستان کی سیاسی تاریخ، جس میں ضیاالحق کا دورِ حکومت، افغان جہاد میں پاکستان کا کردار، فوج کی سیاست میں مداخلت، بھٹو کی پھانسی، بے نظیر کا قتل اور نواز شریف کی حکومت کے عروج و زوال کی داستان بیان ہوئی ہیں۔ ان واقعات کے بعد سانحہ ۱۱/۹ ناول کے پلاٹ کا حصہ بنتا ہے:

> نیلی بار کے زرخیز میدانوں میں ایک روز عجب خبر لگی تھی جس کی بازگشت ذرے ذرے کا دل دھڑکا گئی تھی۔ پہلے تو سبھی نے اس کی صداقت سے انکار کیا اور اسے شکست خوردہ فریق کی دل پشوری قرار دیا۔ لیکن گاؤں کے کئی ایک گھروں میں ٹیلی ویژن موجود تھا، جو مشرق وسطیٰ کی ریاستوں سے اُس گھر کے کسی بھائی یا بیٹے نے بھجوایا تھا، جس کا انٹینا چھت پر لگا ہوتا لیکن آندھی بارش یا پھر پرندوں کے بیٹھنے اُڑنے اُس کا رخ یوں تبدیل ہو چکا ہوتا کہ کالی نیلی سکرین پر جلتے بجھتے ترمروں کا ایک جال سا اُلجھ جاتا جیسے ستاروں بھروں آسمانوں پر شرلیاں پھٹ رہی ہوں جن کی اوٹ میں سے کچھ تصویروں کی آڑی ترچھی اور لمبوتری لکیریں بڑھتی سمیٹتی ہوں، جو ٹیڑھی میڑھی شکلوں کے ہالے بناتیں۔۔۔ جیسے کبھی کبھار ساون میں کڑکتی ہوئی آسمانی بجلی شیشم کے تن آور درختوں کے بیچ گھستی اور انھیں اوندھا دیتی ہے اور پھر وہاں بھڑکتے شعلوں اور بھسم ہوتے دھوؤں کے سوا کچھ نہیں بچتا ہے۔[5]

Research Journal
Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

فوجی نصیر کی بیٹھک پر اس سانحہ کو دیکھنے کے لئے لوگوں کا ایک بڑا ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا۔ بیٹھک میں بچھی آٹھ چارپائیوں پر مزید کسی کے ہاتھ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی اور اگر ایسے میں کوئی چارپائی پر اپنا پاؤں ٹیکنے کی کوشش کرتا تو ایک بھاری کٹ کی آواز سے چارپائی کی چوکھاٹ ٹوٹ جاتی۔ ٹی وی سکرین پر بار بار اس سانحہ کو دیکھنے کی وجہ سے یہ منظر لوگوں کے دل و دماغ پر اب پوری طرح اتر چکا تھا اور ایسی ہی کیفیت اب ان سب پر طاری تھی جو اس سانحہ کو دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کے ان میں سے کوئی اپنی کیفیت کی عکاسی کرتا ایک نوجوان کے حلق سے نعرہ تکبیر اس شدت سے بلند ہوا کہ پیپل اور شہتوت کے جھنڈ پر بیٹھے ہدہد ملک کی آزاد فضا میں اُڑان بھر گئے۔ نعرہ تکبیر کے یک دم سے فضا میں پیوست ہونے اور طیاروں کا عظیم عمارتوں کے قلب میں تیر ہونے میں مماثلت کا تجسس بڑا پُر اثر ہے۔ مذہب اُس وقت ایک سماجی ادارہ بن جاتا ہے جب سیاست میں مذہب شامل ہو جاتا ہے اور مذہب کو سیاسی کاموں کی ترغیب کے لئے استعمال ہوتا۔ رومیلا تھاپر (Roomila Thapar) کی رائے بہت مفید ہے کیونکہ عصر حاضر میں ایسی ہی سیاست دنیا میں موضوع فکر ہے:

> مذہب اور سیاست میں تعلق کی بہت سی پے چیدہ سمتیں بھی تھیں جو ماضی میں پائی جاتی تھیں۔ ان کی وضاحت سادہ اور کسی ایک سبب کو بنیاد بنا کر نہیں کی جا سکتی ہے۔ جو ہر پہلو کو لامحالہ مذہبی محرکات سے جوڑتا ہے۔ مذہب جب لوگوں کے شعور میں ہوتا ہے وہ ان کا نجی معاملہ ہوتا ہے لیکن جب ان خیالات کو عام سطح پر بیان کیا جاتا ہے اور عوام کے عمل کو تحریک دیتا ہے پوجا پاٹ کے لئے شان دار عبارت گاہیں بنانا اور اپنے عقائد کے ماننے والوں کو سماجی اور سیاسی کاموں کے لئے ترغیب دینا وغیرہ تب مذہب نجی معاملہ نہیں رہتا۔۔۔ اب ان کا جائزہ محض مذہبی معنوں میں نہیں جس سے کے ان کا سمبندھ ہے بلکہ سماج کے اداروں کے تناظر میں لیا جانا چاہیے۔[۷]

سامعین کی نظریں ٹی وی سکرین سے ایک پل کیلئے بھی نہ ہٹتی تھیں کہ کہیں ان جلتی عمارتوں کا کوئی منظر او جھل نہ ہو جائے۔ اس پر امریکہ مخالف نعرے، اللہ اکبر کی گونج فضا میں چنگاریوں کی مانند محسوس ہوتیں اور سامنے تاش کے پتوں کی مانند گرتی ہوئی عمارت سے دھواں اور دھول کے بادلوں کا پہاڑ بن رہا تھا۔ نعرے اور امریکی مخالف جذبات اور جوش ایسا معلوم ہوتا جیسے ان کو کوئی بڑی کامیابی مل گئی ہو اور امریکہ جیسا طاقتور ملک بھی ہمارے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور اس بار کے کسان، مزدور، راج گیر، کمہار، لوہار، سنار، موچی، نائی اپنی اپنی برادری میں اس بڑی کاروائی میں خود کو شریک سمجھ رہے تھے۔ اس پر نیلی بار کے ایک شخص نے یوں سینہ ٹھونکا جیسے کرکٹ میچ میں کوئی بالر کسی تجربہ کار بلے باز کو آوٹ کر دے۔ چارپائیوں کے بیچوں بیچ "نیلی بار" کے کچھ لوگ مست ملنگوں کی طرح جشن منا رہے تھے۔ کچھ ناچنے والوں کی ایک ٹانگ فضا میں اور زمین پر ایک خاص ردھم کے ساتھ حرکت میں تھی۔ بار کے اس سادہ عوام کو کیا پتا کہ اس بدمست کے سامنے بھی اُسی کے پالے ہوئے سورماہیں جو اُسی کے ہتھیاروں اور اُن کی ہی بنائی ہوئی جنگی پالیسیوں اور چالوں سے لیس ہیں جن پر وہ برسوں سے اپنا پیسہ اور تربیت دے رہا ہے۔ نیلی بار کے پلاٹ پر ان اثرات کے بارے میں کرن ریاض چودھری کا موقف ہے کہ:

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

۔۔۔"بار کے رنگ، موسم اور لوگ میں نیلی بار کی ثقافت، جاگیر دارانہ نظام میں عورتوں کی محرومیوں اور کچھ مرکزی کرداروں کو نہایت پُر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ دوسرے باب میں نیرنگی زمانہ نیرنگی سیاست میں واقعات کا دائرہ پھیلتا ہے۔ چھٹے باب "اے مرد مجاہد جاگ ذرا" میں واقعات ایک دوسرا رخ اختیار کرتے ہیں۔[7]

نوجوان کے نعروں سے آسمان شگاف ہو رہا تھا۔ لوگوں کے جذبات کے الوہی جذبے کی تفسیر کسی دنیاوی کتاب میں لکھنی ممکن نہیں ہے بھلا ایسے جذبات کے حامل حضرات کو دنیا کی کوئی سپر پاور بھی شکست دے سکتی ہے، چاہے وہ کیسی ہی سائنس اور ہتھیاروں سے لیس کیوں نہ ہو۔ اُن کی سائنس اُن کو نہ بتا سکی کہ اُن کے جہاز اغوا ہو چکے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جس ملک نے ساری دنیا کا گوگل میپ بنا رکھا ہے ساری دنیا کے ہر گلی، محلے اور کوچے کو امریکہ میں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں اُن کو معلوم ہی نہ ہو کہ جہاز اغوا ہو چکے ہیں اور کچھ ہی دیر بعد اُن کے اپنے جہاز ٹاورز سے ٹکرانے والے ہیں اور ایک جہاز نہیں یکے بعد دوسرا جہاز۔ ٹی وی سکرین پر عمارتیں مسلسل جل رہی تھیں اور عالمی میڈیا مسلسل مسلمانوں پر اس دہشت گردی کا الزام لگا رہا تھا۔ ٹی وی سکرین پر جلتے ٹاورز اور عمارتوں کو دیکھنے والوں کے منہ سے حیرت زدہ ہونے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس مجموعے کی ذہنی نفسیات اب مکمل طور پر بیٹھک میں موجود مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں تھی۔ اور اس "نیلی بار" کی معاشرت میں ابھی ابھی انجانے میں یہ سارا نظام متعارف ہوا تھا اور تقریباً سبھی لوگ ان الفاظ کے مفہوم سے آشنا بھی نہیں تھے لیکن ایک شخص کو اس بات کا مکمل یقین تھا۔ نیلی بار کے لوگوں کو غیبی امداد پر پورا یقین تھا کہ بھلا جو لوگ ایسا کام کریں ان کی مدد غیبی انداز سے کیوں نہ کرے۔ نیلی بار کے لوگ اس حقیقت سے بالکل واقف نہیں تھے کہ جدید ٹیکنالوجی نے اب امداد کے سارے راستے بند کر دیئے ہیں۔ نیلی بار کے سادہ عوام عالمی طاقتوں کی سازش اور گریٹ گیم لکھنے کے اصولوں سے ناواقف ہیں لیکن بینک آفس میں بیٹھے ایک شخص کے ذہن میں ایک جرح مسلسل ہو رہی ہے:

جب دشمن کے داغے ہوئے گولے از خود اپنی سمت بدل کر داغنے والوں پر ہی گرنے لگے تھے۔۔۔ عارف بھٹی بارہ بائی چودہ کے چھوٹے سے اکلوتے کمرے پر مشتمل اس بینک کی قصباتی برانچ میں بیٹھا آہنی قفل بند الماریوں کو گھورتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ مابعد عالمگیریت کے ہتھکنڈوں اور چالوں پر غور کر رہا تھا۔(8)

جس روز نیلی بار کے لوگوں نے جلتی عمارتوں کو ٹی وی سکرین پر دیکھا تھا وہ اپنی زمینوں کو بھی بھول گئے تھے۔ اُس روز زمین کا وتر خشک ہو گیا تھا۔ اس روز کھیتوں میں ٹریکٹر بھی نہ چل سکے۔ نہری پانی بھی ضائع ہو گیا تھا اور نہ کسی کو نالوں میں بندھ باندھنا یاد رہا۔ یہ وہی نہری پانی تھا جس کے لئے نیلی بار میں اکثر لڑائیاں جاری رہتی اور بعض دفعہ تو بات قتل و غارت تک پہنچ جاتی۔ آج کیسا دن تھا کہ ان کو اپنی جان سے پیارے مویشی بھی یاد نہ تھے بلکہ آج مویشیوں کو ان کا انتظار کرنا پڑ رہا تھا اور بار بار اپنے مالکوں کے آنے جانے والے رستوں کی طرف دیکھتے تھے۔ گھر گھر میں عورتوں کو بتایا جا رہا تھا کہ وہ اس دنیا و آخرت کی خوش نصیب عورتیں ہیں اور تمہیں اس کا ذرا سا بھی اندازہ نہیں ہے۔ تمہارے بچوں کا انتخاب ہو چکا ہے جس کا بڑا صلہ اور ثواب ہے تم دیہاتی عورتوں کو کیا پتا۔ لیکن ان نیلی بار کے سادہ لوگوں کو اس کا علم نہ ہو سکا کہ آخر کوئی ان غریب

مزدور، کسانوں، چوہڑے، مسلی، نائی سے اپنی جنگ کیوں لڑوائے گا۔ اس لئے تو کہتے ہیں کہ یہ جنگ صرف امریکہ اور نیلی بار والوں کے درمیان چھڑی ہے۔ اس ''گریٹ گیم'' کے اصول ایلون وہیڈی ٹوفلر (Alvin Heidi Toffler) نے بیان کیے ہیں:

> آج ہمارے سامنے حیرت کا ایک دفتر کھلا ہے، علیحدگی کی جنگیں، لسانی اور مذہبی فسادات، حکومتوں کے تختہ الٹنے کے واقعات، سرحدی تنازعات، شہری ہنگاموں، دہشت گردوں کے حملوں نے دنیا بھر میں خونریزی اور افراتفری کا سماں باندھ رکھا ہے چنانچہ ان حالات نے غربت کے مارے ہوئے لوگوں، جنگوں سے تباہ حال تارکین وطن اور ان کے ساتھ ساتھ منشیات فروشوں سمگلروں کی جھتوں کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ قومی سرحدوں کو عبور کر جائیں۔ ایک ایسے وقت میں جب عالمی اقتصادی نظام کے درمیان رابطے کی سہولت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، اور یہ بات طے ہو گئی ہے کہ اس نوعیت کے چھوٹے ہنگامے نہ صرف ارد گرد کے بلکہ دور کے ممالک کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے سامنے ''چھوٹی چھوٹی جنگیں'' کا جو منظر ابھر آیا ہے وہ بہت سی افواج کے منصوبہ سازوں کو مجبور کر رہا ہے وہ جنھیں ''خصوصی کاروائیاں'' یا ''خصوصی دستے'' قرار دیتے ہیں، ان کا نئے سرے سے جائزہ لیں اور کل کے ان جنگجوؤں کے تصور کو آگے بڑھائیں جو محدود جنگ لڑیں گے۔ [9]

نیلی بار میں یہ کیسی تبدیلی تھی کہ اب مسلی بھی امریکہ کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے تیار تھے۔ آج وہی سچ ہے جو امریکہ کہتا ہے اور امریکہ کے سچ کو ثابت کرنے کیلئے عالمی میڈیا کا بھی بھرپور تعاون ہے۔ آج عالمی طاقتیں بھی وہی کچھ دیکھتی ہیں جسے امریکہ دیکھتا ہے، وہی سنتے ہیں جسے امریکہ سنانا چاہتا ہے۔ بہت سے ملک امریکہ کا اشارہ سمجھ جاتے ہیں لیکن نیلی بار کے لوگوں میں ایسی دیوانگی دیکھنے میں آئی جو پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ ایسی ہی ایک دیوانگی تھی جیسی "سوویت یونین" کے چاہنے والوں میں موجود تھی اور جس کا تذکرہ ناولوں کا ایک موضوع بن کے رہ گیا ہے۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ کوئی اپنی خواہش اور اپنی شدید رغبت کے ساتھ موت کی تلاش میں کیسے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ پھر نیلی بار کی معاشرت میں جہاں جھوٹی سچی قسمیں کھانے اور دعائیں قبول کروانے دوزخی جہنمی کے طعنے اور جنت کی دعا دینے کے لیے محض ایک خارجی اور بہت دور دراز ایک ایسی اجنبی مخلوق تھی جو صرف آسمانوں سے اپنے اہداف پورا کر لیتی ہے۔ امریکی عمارتوں میں لگی آگ نے نیلی بار کے لوگوں میں بھی ایک آگ بھڑکا دی تھی۔ عالمی طاقتوں کی آگ کے اس کھیل کو مشہور ماہر اقتصادیات امریتا سین (Amartya Sen) سب سے اچھا سمجھتے ہیں:

> مغرب یا مبینہ طور پر مغرب کے بارے میں اس غیر صحت مند جذباتی رویے کی جزوی وجہ سامراجیت کی تاریخ میں مضمر ہے۔ پچھلی چند صدیوں کے دوران مغربی سامراج نے نہ صرف اُن ممالک کی جو سامراجی قوتوں کے زیر نگیں اور زیر تسلط رہی تھیں سیاسی آزادی کو تہس نہس کیا بلکہ اس نے رویوں کی ایسی فضا پیدا کی جو مغرب کے ذہنی تسلط کے زیر اثر ہے۔ اگر اس ذہنی تسلط کی شکل بہت وسیع طور پر مختلف ہو سکتی

ہے۔۔۔ایک طرف غلامانہ تقلید لے کر دوسری طرف پُر عزم دشمنی تک سامراج زدہ ذہن کی جدلیات میں تعریف اور نفرت دونوں شامل ہیں۔[10]

نیلی بار کے سارے جوان لڑکوں نے اچانک نمازیں پڑھنا شروع کر دیں تھیں۔ جہاں کبھی نماز پڑھنے کو چار آدمی بھی اکھٹے نہیں ہوئے تھے وہاں اب نماز کے لئے جگہ اور جائے نماز کم پڑ گئے تھے۔ سانحہ گیارہ ستمبر کے بعد نیلی بار کے لوگوں اور جوانوں نے دھوتی کو چھوڑ کر گٹوں سے اوپر تک شلوار پہن لی تھی۔ گانے والوں نے بھی اپنے فن کو چھوڑ کر پابندی سے نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔ ہر کسی کے دل میں شہادت جیسی موت کی خواہش اچانک پیدا ہو گئی۔ نیلی بار کے لوگوں میں زمین اور پانی پر جان دینے کی بجائے امریکہ سے لڑنے کی طاقت کیسے عود آئی۔ ان تمام باتوں کا مفہوم تو لوگ ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن ان کی باتوں کے اثرات صرف نیلی بار کے لوگوں پر ہی مرتب ہوئے تھے۔ نیلی بار کی لڑکیوں کو اب لڑکے نہیں چھیڑتے تھے۔ لڑکیاں بھی اس تبدیلی پر حیران تھیں۔ بہت سی لڑکیوں کو یہ فکر بھی پڑ گئی کہ اب ہماری شادیاں کس طرح ہوں گی کس سے ہوں گی کیونکہ نیلی بار کے جوان تو سارے نیک ہو کر اب امریکہ سے جنگ کرنے جا رہے تھے۔ اب ان جوانوں سے خطاب کیا جاتا ہے:

بھائیو بزرگو! یہ صرف تم کر سکتے ہو کہ صرف تمہی کو۔۔۔ یہ خاص طاقت بخشی ہے کہ حق کے لشکر اور باطل کے لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ شکست کفار کے مقدر میں کاتب تقدیر نے روز اول سے لکھ دی ہے اور امت مسلمہ کے لئے فتح مبین کی خوشخبری دے دی گئی ہے اور یہ خوشخبری تا روز قیامت موجود رہے گی۔ اس فتح مبین کو تھامنے کے لیے آگے بڑھو۔۔۔(11)

تقریر کے بہت سے لفظ ان دیہاتی نوجوانوں کی سمجھ سے بالاتر تھے لیکن اس آواز میں جو جذبہ، جوش اور للکار تھی وہ اس آواز کے کہنے پر اپنی جانیں قربان کرنے پر یک دم سے تیار ہو گئے۔ اُن کا دل چاہا کہ ہزار دفعہ اپنی جانیں اس آواز کے کہنے پر وار دیں۔ ان دور افتادہ دیہات میں یہ عجب لہر چلی تھی کہ ازلی وابدی آزاد منش فطرتوں نے پابندیاں قبول کر لی تھیں۔ اس طرح تو پچھلی تمام کسی صدی میں بھی نہیں ہوا۔ ان کے پاس جو ہتھیار تھے ان کا استعمال اب دیہاتیوں میں بھی متروک ہو چکا تھا جبکہ اُن کی جنگ تو سائنس اور مشینوں سے تھی لیکن نیلی بار کے ان لوگوں کے ہاتھوں میں آنے کے بعد ان کو یہ ڈنڈے سوٹے اور سرکنڈے بھی کسی کروز میزائل سے کم محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ ناول کے پلاٹ پر ڈاکٹر منصور خوشتر رقم طراز ہیں:

چھٹا باب ''اے مرد مجاہد جاگ ذرا'' ہے۔ اس باب میں نائن الیون کے واقعے کو موضوع بنایا گیا ہے اور اس کے بعد امریکی فوج کے افغانستان پر ہلہ بولنے اور دنیا کے مختلف ممالک سے مجاہدین کی فوج افغانستان پہنچے کا تذکرہ ہے۔۔۔[12]

ہزاروں راتوں کے عذاب سے سہاگ کی پہلی رات کی منتظر اس گاؤں کی دلہنوں کو مزید عذاب میں رکھنا زیادتی تھی۔ زمین پر ان غازیوں کا انتظار تھا۔ وہ کب جنگ کے میدان میں اتریں گے اور کب ان کے سامنے امریکی اور اتحادی فوجیوں کا ظہور ہو گا۔ اگر زمینی اور آسمانی حوریں ان کے انتظار میں تھیں تو یہ بھی امریکی فوجیوں کے محاذ جنگ میں اترنے کے انتظار میں تھے۔ نہ جانے کب وہ گوری چمڑی والے، موٹی

وردی والے اور ہلاکت خیز ہتھیار بند والے ہمارا سامنا کریں گے۔ کیونکہ ان کو مستحکم یقین تھا کہ ان کے ڈنڈے، سوٹے اور کند تلواریں کسی غیبی مدد سے جدید ترین کیمیائی اسلحے میں تبدیل ہو جائیں گے اور گوروں کے اچھے ہتھیار ناکارہ ہیں۔ اور ہمارے کارنامے آسمان پر رقم ہوں گے۔ جنگ کا نعرہ کی صدا سن کر اچانک سے آسمان سے ایک عجیب سی عفریت نمودار ہو گئی جو جہنم جیسی بھسم کر دینے والی آگ کے گولے اور میزائل گراتے چلی جا رہی تھی یہ ان کا قیمتی وزن تھا جو شاید ان سے سنبھالا نہ جا رہا تھا۔ لیکن یہ ایسا وزن تھا کہ جس جگہ گرتا وہاں دو گز کا گہرا گڑھا بن جاتا تھا اور دھواں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سب اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے:

> گھسے پھٹے کپڑوں اور چپلوں میں پھیلی ہوئی زخمی انگلیوں ٹیڑھی پنڈلیوں والے کنک ونے لاشے بو مارتے سورج میں پگھلنے لگے تھے، جن کی مشک دور دور لگ گئی تھی۔ انھی میں سے ایک کے کندھے پر چڑھا خوراک کا تھیلا اُنھوں نے جھپٹا تھا اور کسی ٹیار کے چھلوں اور چوڑیوں والے چھاپ کی نقشیں میٹھی روٹیوں سے بھوکا پیٹ بھرا تھا۔ وہ پانچوں رات کی ٹھنڈ کو جذب کر کے سارا لہو منجمد کر چکے تھے۔ نیلے کچرو جود۔ اب دھوپ کی حدت میں پھٹنے اور پیٹ چرنے لگے تھے۔ چہرے کی جلد تڑخ رہی تھی، جیسے گوشت میں خمیر لگا ہو جس نے مردہ ماس کو اُبھار دیا ہو۔ اُن لمبے سیاہ پروں مڑی ہوئی چونچوں اور پنجوں والوں کو اطلاع ہو گئی تھی کہ خوراک تیار ہو چکی جیسے زمین میں دفن شراب کے مٹکوں کے تیار ہونے جانے کی خبر شرابیوں کو فضاؤں کی مہک سے ملتی ہے۔ اسی گلتے سڑتے مردہ گوشت اور جمے ہوئے لہو کی وحشی مہک اُن فضائی شرابیوں کو لگ چکی تھی۔ پورے آسمانوں کے نیلے سمندر میں وہ غوطے کھا رہے تھے، جس میں سورج کے کھولتے پانیوں کے سفید جھاگ اُڑ رہے تھے۔ [13]

نیلی بار کے لوگوں نے جس جنگ کے بارے میں سنا تھا وہ جانے کہاں ہو رہی تھی نہ تو امریکی ان کو نظر آئے اور نہ ہی ان کا وہ شوق پورا ہو سکا جس کا انھیں چسکا لگا ہوا تھا۔ جس میں اپنی خواہش اور صلہ وصول کرنے کو وہ میدانوں کے رزق سے منہ موڑ کر افغانستان کے پہاڑوں کی بھوک کا رزق بن گئے۔ ان تک تو کسی نے یہ خبر بھی نہیں آنے دی کہ جنگ کس سے ہے؟ کس لئے ہے؟ اور کیوں ہے؟ یہ سب امور ناول کے پلاٹ کا حصہ ہیں۔ سانحہ نائن الیون کا واقعہ، سادہ لوح لوگوں کو افغانستان کے پہاڑی میدانوں میں پہنچا دیا جہاں اُن پر آسمان سے آگ برستی تھی۔ اس آگ کے مختلف نام تھے۔ کبھی کروز میزائل کے نام سے آگ برستی، کبھی آگ کے بڑے بڑے گولے برستے اور کبھی ڈرون کی بارش ہوتی اور پھر وقفے وقفے سے کارپٹ بمباری۔ آسمان سے ان برستی آگ نے افغانستان کے اونچے اونچے پہاڑوں کو زیر زمین دھنسا دیا تھا۔ وہ تو سمجھے تھے کہ ہم جیسے ہی افغانستان پہنچے گے ہمارے سامنے امریکی ہوں گے اور ہم نعرہ تکبیر لگا کر اُن کی توپوں میں گھس جائیں گے۔ ناول کے تمام واقعات میں ایک منطقی ربط ہے۔ تمام واقعات اور کردار سانحہ نائن الیون سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبان، کردار، تہذیب، لوگ کی بول چال، افغانستان کی جنگی صورت حال، امریکی اور اتحادیوں کی دہشت ناک بمباری، معصوم لوگوں اور انسانیت کا قتل سب ناول کے پلاٹ کا حصہ ہیں۔

نیلی بار کی تعریف میں مستنصر حسین تارڑ بھی رطب السان ہیں اور محمد حمید شاہد بھی:

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

عورت کے کردار ہوں یا مرد کے، طاہرہ نے انہیں تراشا بہت محنت اور خلوص سے ہے۔ یوں کہ وہ اپنی شناخت مکمل کرتے ہیں، اپنے قدموں پر کھڑا ہوتے ہیں، کہانی کے بہاؤ میں چلتے پھرتے ہیں اور کہانی ختم ہونے کے فوراً بعد تحلیل نہیں ہوتے، کچھ نہ کچھ پڑھنے والے کے وجود میں رہ جاتے ہیں۔ یہی طاہرہ اقبال کا کمال فن ہے۔(14)

طاہرہ اقبال کا ناول "نیلی بار" کا پلاٹ، سیاست، ریاست، جہاد، جنگ، عوام اور عوام کے جمہوری رویوں کے واقعات پر ہے۔ لیکن ایک واضح پیغام بھی ہے کہ ہر بات کا یا ہر سیاسی تنازعہ کا ذمہ دار امریکہ نہیں ہے۔ بلکہ عوام کو اپنی ذمہ داریوں اور کمزوریوں کا بھی احتساب کرنا چاہیے۔ عوام کو بھی اپنی کمزوریوں کا ادراک ہونا چاہیے۔ اپنی آنے والی نسل کے لیے مستقبل کا لائحہ عمل بنائے۔ اس کے بغیر اصل سیاسی حقائق سے فراری ہے۔ امریکہ نے ہمیں جنگ اور جہاد میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ تمام مباحث نیلی بار کے پلاٹ کا حصہ ہیں۔ نیلی بار پاکستان کی سیاسی تاریخ کا آئینہ ہے جس میں واقعات کے اسباب اور علل اہم ہیں جو کسی بھی عمدہ پلاٹ کی روح ہوتے ہیں۔ سانحہ تو ہوا ہے لیکن کیسے اور کیوں ہوا ہے، جب نیلی بار کا مطالعہ اس بنا پر کیا جائے تو پاکستان کی سیاسی تاریخ اور مضمرات کا پورا حیرت کدہ ملتا ہے۔ نیلی بار کا پلاٹ راوی کے پاس موجود پاکستانی عوام کا تجسس کا ناول ہے۔ پلاٹ کسی طرح بھی گمراہ کن نہیں ہے۔ پلاٹ تو ماضی اور حال میں موجود سیاسی واقعات کو جوڑنے کی سعی ہے اور ذہین قاری سے گہری ذہانت کا مطالبہ کرتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ منور آکاش، فکشن کی تعمیر (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء) ص ۸۱۔

2۔ ایڈون موئیر (Edwin Muir)، The Structure of the Novel:A Harbinger Book (نیو یارک: ان کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۱۶۔

۳۔ کرن ریاض چودھری، طاہرہ اقبال کا ناول نیلی بار: تفہیم و تجزیہ (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۸ء) ص ۳۴۔

4۔ محمد ہاشم قدوائی، یورپ کے عظیم سیاسی مفکرین (لاہور: آواز اشاعت گھر، ۲۰۰۳ء) ص ۱۸۔

5۔ طاہرہ اقبال، نیلی بار (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء) ص ۳۹۳۔

۶۔ رومیلا تھاپر، سومنات، مترجم ریاض صدیق، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء) ص ۲۲۵۔

۷۔ کرن ریاض چودھری، طاہرہ اقبال کا ناول نیلی بار: تفہیم و تجزیہ، ص ۷۴۔

۸۔ طاہرہ اقبال، نیلی بار (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء) ص ۴۰۰۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

۹۔ ایلون وہیڈی ٹوفلر(Alvin Heidi Toffler)جنگ اور صرف جنگ، مترجم ظہیر جاوید(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۸ء) ص۱۰۹۔

10۔ امرتیا سین((Amartya Sen، (Identity And Violence) تشخص اور تشدد، مترجم پروفیسر مقبول الٰہی(لاہور: مشعل،۲۰۰۹) ص۹۳۔

11۔ طاہرہ اقبال، نیلی بار(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۷ء) ص۴۰۰۔

12۔ منصور خوشتر، اردو ناول کی پیش رفت(لاہور: بک ٹاک، سن،۲۰۱۹ء) ص۲۴۸۔

13۔ طاہرہ اقبال، نیلی بار(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، سن،۲۰۱۷ء) ص۴۴۰۔

14۔ محمد حمید شاہد، اُردو فکشن: نئے مباحث(فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۱۶ء) ص۳۷۷۔